جناب ڈاکٹر محمد ریاض صاحب

ادب کا اسلامی تصور

آج کل لفظ "ادب" عام طور پر دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک نثر و نظم کی جملہ اصناف کے لیے[1] اور دوسرے اپنا اور دوسروں کا احترام اور اخلاقی لحاظ کرنے میں۔ دوسرے معنی کے لیے عام طور پر طریقوں سے کام لیتے ہوئے با ادب، بے ادب کے مرکب کلمات بنائے جاتے ہیں۔ لفظ ادبیات ادب کے پہلے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ علم ادب، شعر و ادب کو عمدگی سے تخلیق کرنے والے ادبی علوم کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے علم لغت، لسانی قواعد، بدیع، بیان اور معانی کے علوم۔ آداب (جمع ادب) البتہ رسوم اور طور طریقے کے معنی میں ہے۔ اسلام کی ادبی تاریخ میں "ادب" کے معانی کا تنوع ایک بڑا دلچسپ امر ہے۔ اور جیسا کہ ان چند سطور سے ظاہر ہے اس لفظ کے اب بھی کئی معانی ہیں۔

جاہلی دور کے عربی ادب میں لفظ "ادب" آبا و اجداد کے طور طریقوں کے لیے مستعمل رہا ہے۔ آج کل "ادب" بالعموم اسے کہتے ہیں جو اصناف نثر میں تخلیقات انجام ہوئے، مگر دور جاہلی میں باپ دادا کے رسوم و اطوار کو خاطر نشین کرنے والا شخص ادیب کہلاتا تھا۔ مگر اس دور میں بھی "ادیب" کے معنی رفتہ رفتہ پڑھے لکھے، دانش مند اور تعلیم یافتہ شخص کے ہو گئے تھے[2]۔

قرآن مجید میں لفظ "ادب" یا اس کے مشتقات وارد نہیں ہوئے۔ البتہ لفظ "دأب" بمعنی طور طریقے اور مثال، قرآن مجید میں آیا ہے[3]۔ اس لفظ کی جمع "آداب" ہے۔ محققین کا قیاس ہے کہ لفظ "دأب" ہی کسی قدر منقلب ہو کر ادب بنا ہے یا اس کی جمع "آداب" سے مفرد "ادب" وضع کر لیا گیا ہے۔ لیکن احادیث قدسی میں "ادب" پسندیدہ اور اخلاق آمیز طور طریقوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ بلکہ صحیح بخاری شریف میں "ادب" کے عنوان سے ایسی احادیث

---

[1] اردو میں ان اصناف کے لیے دیکھیں، پروفیسر رفیع الدین ہاشمی کی کتاب "اصناف ادب"، لاہور ۱۹۷۶ء

[2] دیکھیں پروفیسر کارلو الفانسو نالینو (۱۸۷۲ء) کے مقالے کا ترجمہ راقم الحروف کے قلم سے، سہ ماہی اردو، کراچی جنوری ۱۹۷۵ء (لفظ ادب کا مفہوم) نیز دیکھیں اردو دائرہ المعارف اسلامیہ میں لفظ "ادب"

[3] قرآن مجید ۱۱ : ۳، ۵۲ : ۸، ۵۴ : ۸، ۳۱ : ۱۰

یک جا ملتی ہیں جن میں والدین کے اولاد کے لیے حقوق، بیوائوں، بیماروں، تنگ دستوں کے حقوق، ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک، حسنِ گفتار، نرمی برتنے، حیوانات پر ترس کھانے، حسنِ خلق، عفو و درگزر، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے بخل سے احتراز کرنے، بے جا تعریف سے اجتناب، حسد اور نفاق سے دوری اختیار کرنے سے بردباری اختیار کرنے، اخوت و رفاقت کو نباہنے، بدکاروں اور ریاپرستوں کے ذم، حسنِ مزاح، ملاقات، شرم و حیا، غضب سے پرہیز اور مہمان نوازی وغیرہ کا ذکر ہے۔

ظہورِ اسلام کے بعد "ادب" کے معنی آباد اجداد کے طور طریقوں کے نہ رہے مگر پسندیدہ روش کے معنی میں یہ لفظ مروج رہا ہے۔ پہلی صدی ہجری میں لفظ "ادب" بالعموم اسی معنی میں ملتا ہے۔ دوسری صدی ہجری میں البتہ غیر دینی علوم وفنون کو "ادب" کہنے لگے اور حسنِ اخلاق و تعلیم اور تربیتِ نفس کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا رہا اس سلسلے میں عبداللہ ابن المقفع (متوفی تقریباً ۱۴۰ھ) سے منسلک "الادب الصغیر" نام کے رسالے کا حوالہ مناسب ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"اس کتاب کا مقصدِ تالیف یہ ہے کہ اس کے مطالعے سے لوگوں کے افکار کی جلا ہو، ان کی معنوی بصیرت میں اضافہ ہو اور ان کی تعمیرِ قلوب ہو۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی مدد سے ان لوگ پسندیدہ کاموں اور مکارمِ اخلاق کی طرف متوجہ ہوں گے[۱]"

اسلامی قلم رو بڑی وسیع ہو رہی تھی اس لیے لغات واصطلاحات عصری تقاضوں کے ساتھ مقامی اثرات بھی قبول کر رہی تھیں۔ دوسری صدی ہجری میں اسلامی دارالخلافہ دمشق سے بغداد منتقل ہو گیا اور عربوں پر عجمی اثرات کا اضافہ ہونے لگا۔ اب لفظ ادب (دوسری صدی ہجری کے اواخر سے مخصوص طبقے کے شغل و کار سے متعلق علم و دانش کے لیے بھی استعمال ہونے لگا۔ ادب کے یہ معانی صدی ہجری تک متداول رہے۔ اس سلسلے میں رسائل اخوان الصفا، ابونصر فارابی کی احصاء العلوم ادب الکاتب اور ابن کشاجم کی ادب الندیم سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ اسی دوران شعرا کے مزاح و دل لگی اور دیگر تخلیقات جیسے لغت شناسی، انشا پردازی اور فنونِ لطیفہ کو بھی "ادب" کہا جانے لگا۔ "ادب" کے یہی معانی بڑھتے انیسویں صدی عیسوی تک عربی میں بھی لٹریچر کے مرادف ہو گئے۔ عربی کا اردو، نثر کی اور فارسی پر اثر بدیہی ہے اس لیے ان باتوں میں بھی ادب، آداب اور ادبیات کے کلمات کا استعمال عربی کے شبیہ ہے۔

اوپر جو مختصر بحث پیش کی گئی، وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ تاریخِ اسلام کی قرونِ اولیٰ میں "ادب" اصلاحِ اخلاق اور تہذیبِ نفس کا متضمن رہا ہے۔ اس قسم کے "ادب" کو آج کل "مفید"، یا "اصلاح آمیز ادب" کہیں گے، مگر اسلام

---

[۱] لفظ "ادب" کا مفہوم (حوالہ ۲ بالا) صفحہ ۱۱۱۔

دراصل ایسے ہی "ادب برائے زندگی" کی ترویج و تشویق کا قائل ہے۔ "ادب" نثر و نظم کی کسی بھی صنف میں پیش ہو، اسلامی معاشرے کی معاونت کا وہ اسی صورت میں حق دار ہو گا کہ اس میں پیش کیے جانے والے فکر و فن سے انسانی سیرت کی تعمیر ہوتی ہے۔

علامہ اقبالؒ نے "جناب رسالت مآبؐ کا ادبی تبصرہ" کے عنوان سے ایک مختصر مقالے میں ادب کے اسلامی تصور کو واضح کیا ہے[۱] جاہلی دور کا شاعر امرءالقیس جو ظہورِ اسلام سے کوئی چالیس سال پہلے گزرا، مے نوشی اور عیش دوستی کے علاوہ قادرالکلامی کے لیے بے حد معروف رہا ہے۔ اس شاعر کے بارے میں حضور اکرمؐ نے فرمایا: اشعر الشعراء وقائدھم الی النار۔ یعنی وہ اس عصر کے شاعروں میں سب سے بڑا اور دوزخ کی طرف ان کا رہبر ہے۔ حضورِ پاکؐ نے امرءالقیس کو اشعر الشعراء قرار دیا مگر اس کے جاہلی اور تعیش آموز مضامین کی بنا پر اسے اور اس کے زمرے کے دیگر شعراء کو دوزخ کا مکین قرار دیا۔ لیکن قبیلہ بنو عبس کے دورِ جاہلیہ کے شاعر عنترہ کے ایک شعر کی آپ نے تعریف فرمائی تھی، عنترہ نے کہا تھا۔

لقد ابیت علی الطوی و اظلہ   حتی انال بہ کریم المآکل

یعنی میں نے بہت سی راتیں محنت و مشقت میں بسر کی ہیں کہ حلال روزی تک دسترس حاصل کر سکوں۔

اس شعر کو سن کر حضور اکرمؐ نے صحابہؓ سے فرمایا، یہ شعر سن کر میری خواہش ہے کہ اس بت پرست سے ملاقات کروں۔ اقبال فرماتے ہیں کہ شعر کا مضمون ایک بت پرست شاعر کے لیے سرورِ کائناتؐ کے دل میں کشش پیدا کر دیتا ہے۔ آنحضرتؐ کو کسب و محنت پسند تھی اور اکلِ حلال تو مومنانہ زندگی کی اساس ہے[۲]۔ اس لیے آنحضرتؐ نے اس شعر کی تعریف فرما کر ادبی امور کے سلسلے میں مسلمانوں کی ابدی رہنمائی فرمائی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعر سے اثر پذیر ہوتے تھے اور دوسروں کو اثرِ شعر کی طرف متوجہ بھی فرماتے تھے۔ مثلاً یہ واقعہ ملاحظہ ہو:

"حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ٹوکا کہ حرم میں تو شعر پڑھ رہا ہے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ اس کو چھوڑ دو" فانہ اشد علیھم من رشق النبل۔ یعنی یہ شعر ان کافروں کے لیے تیروں کی سختی سے زیادہ سخت ہے"[۳]

---

[۱] مقالاتِ اقبال مرتبہ سید عبدالواحد معینی، مطبوعاتِ شیخ محمد اشرف لاہور، ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۸۷ تا ۱۸۹

[۲] اکلِ حلال کی صوفیانہ توجیہہ کے لیے دیکھیں راقم کا مقالہ "رومی کا تصورِ فکر، ارمغان رومی، دانش گاہ پشاور ۱۹۷۹، صفحہ ۱۶۰

[۳] معارف اقبال مؤلفہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، کراچی ۱۹۷۸ء، صفحہ ۲۲

ایک اور واقعہ دوسری طرح کا ہے۔ نفیر نام کا مکی شاعر آنحضرتؐ کو سخت ایذائیں دیتا رہا۔ فتح مکہ کے موقعے پر بھی وہ اپنی بدتمیزی سے باز نہ آیا تو آنحضرتؐ کے حکم سے حضرت علیؓ نے اسے قتل کر دیا۔ اس موقعے پر اس کی بیٹی دردناک اشعار پڑھ کر نوحہ کرنے لگی اور آنحضرتؐ بھی رو پڑے۔ آپؐ نفیر کی نعش کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے "یہ فعل محمد رسول اللہؐ کا ہے" اور اپنی روتی ہوئی آنکھوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے، "یہ فعل محمدؐ بن عبداللہ کا ہے"۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ مکہ مکرمہ میں کوئی اور شخص قتل نہ کیا جائے[۱]

مسلمانوں اور ان کے علوم و فنون پر دنیا کی دیگر اقوام کے اثرات مسلّم ہیں۔ ان ہی اثرات نے اسلام کے اصل تصوّرات کو کہیں کہیں یونانی، مغربی اور عجمی رنگ دے دیا۔ مگر اسلام نے دوسری اقوام و ملل کو بھی تو متاثر کیا ہے۔ دنیا میں اخذ و تاثیر کے مسلّمہ اصولوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا، مگر اصولی بات یہ ہے کہ اسلام ہر قسم کے علوم و فنون کی ترقی کا حامی ہے، بشرطیکہ مجموعی طور پر ان سے "اصلاح و تہذیب و تعمیر" مترشح ہو اور ان میں فساد ہی فساد کار فرما نہ ہو۔ عرب ادب و شعر، قرونِ اولیٰ میں مولانا حالی کے ان اشعار کے بمصداق تھا:

عرب جو تھے دنیا میں اس فن کے بانی — نہ تھا کوئی آفاق میں جن کا ثانی
زمانے نے جن کی فصاحت تھی مانی — مٹا دی عزیزوں نے ان کی نشانی
سب ان کے ہنر اور کمالات کھو کر — رہے شاعری کو بھی آخر ڈبو کر
ادب میں پڑی جان ان کی زبان سے — جلا دین نے پائی ان کے بیاں سے
سناں کے، لیے کام انہوں نے لساں سے — زبانوں کے کوچے تھے بڑھ کر سناں سے
ہوئے ان کے شعروں سے اخلاق صیقل — پڑی ان کے خطبوں سے عالم میں ہلچل

مگر قرآن مجید اور حقیقی اسلام کے ترک کر دینے سے عالمِ اسلام کے شعر و ادب کا نقشہ بالعموم حسبِ ذیل ہو گیا۔

وہ شعر اور قصائد کا ناپاک دفتر — عفونت میں سنڈاس سے جو ہے بدتر
زمین جس سے ہے زلزلہ میں برابر — ملک جس سے شرماتے ہیں آسماں پر
ہوا علم و دین جس سے تاراج سارا — وہ علموں میں علمِ ادب ہے ہمارا
بُرا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے — عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے — مقرر جہاں نیک و بد کی سزا ہے
گنہگار واں چھوٹ جائیں گے سارے — جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے[۲]

---

[۱] ایضاً، صفحہ ۲۷، ۲۸،

[۲] مسدسِ حالی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ص ۱۷، ۲۰،

قرآنِ مجید کی سورہ الشعرا میں شعرا اور ان کے مقلدین کو گمراہ اور سرگرداں بتایا گیا ہے مگر اہلِ ایمان اور نیک سرشت شعرا اس مذمت سے مستثنیٰ کیے گئے ہیں۔ ایک حدیثِ قدسی ہے کہ: ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمۃ۔ یہ پُر حکمت شعر و ادب وہی ہے جس کا مدعا و مقصود "تخلقوا باخلاق اللہ" (اللہ کے اخلاق اپناؤ) ہو۔ "اخلاق اللہ" کا مفہوم بڑا وسیع ہے اور اس میں وہ سب خدائی مراحم شامل ہیں جن سے نوعِ انسانی اور دیگر مخلوقات متمتع ہوتی رہی ہیں۔ قادر الکلام مسلمان ادبا و شعرا نے اسی صفت سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے پیغام کو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ پوری عالمِ انسانیت کو مخاطب کیا ہے[1]

مستشرقین نے اپنے رجحان کے مطابق اسلامی ادب کا دیگر اقوام کے ادب کے ساتھ موازنہ کیا ہے اور مسلم ادیبوں کی خصوصیات گنوائی ہیں غنیمت ہے کہ انہوں نے یہ بات[2] تسلیم کر لی کہ اسلامی ادب نے پاکیزگی اور جواں مردی[3] کے افکار سے دیگر اقوام خصوصاً اہلِ یورپ کو متاثر کیا ہے۔ "پاکیزگی" سے مراد بیان اور افکار کی پاکیزگی ہے۔ یعنی شیوۂ بیان مہذبانہ اور شائستگی سے مملو رکھا گیا اور افکار ایسے پیش کیے گئے جن سے انسانی سیرت و کردار کی تشکیل و تعمیر ہوتی ہو۔ اس کے مقابلے میں "مغربی تہذیب" کے خدوخال اقبال کے ایک دو شعری قطعے میں اس طرح بیان ہوئے۔

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب | کہ روح اس مدنیّت کی رہ سکی نہ عفیف
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف | رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید[4]

اسلامی ادب کا اصل سرمایہ عربی میں ہے۔ اردو، ترکی اور فارسی زبانیں بھی اہم ترسرمایۂ اسلام سے مالا مال ہیں۔ قرآنِ مجید کا اثر یوں تو مسلمان ممالک میں متداول سب زبانوں پر ہے، مگر عربی زبان پر اس کتابِ عظیم کے حیران کن اثرات ہیں۔ گو فنی اعتبار سے عربی ادب[5] ترقی پذیر رہا،

مگر فطری اعتبار سے ازمنۂ متوسطہ سے اس ادب میں خاصا جمود در گود رہا ہے۔ ترکی ادب میں بھی بڑے

---

[1] دیکھیں سہ ماہی "اقبال ریویو" اپریل ۱۹۶۰ء میں علامہ آئی آئی قاضی کا مقالہ۔

THE CONCEPT OF ISLAMIC

[2] دیکھیں H-A-R-GIBB THE SEGACY OF ISLAM کا ادب پر مقالہ

[3] جواں مردی یا فتوت کے بارے میں راقم کا مقالہ سہ ماہی "اقبال" لاہور اپریل ۱۹۷۹ء میں ملاحظہ ہو۔

[4] ضربِ کلیم، کلیاتِ اقبال اردو، صفحہ ۵۲۳۔

[5] سہ ماہی بصائر کراچی، جنوری ۱۹۶۷ء۔ عصرِ بنی امیہ میں غزل

انقلابات آئے فارسی، رومی، سعدی، حافظ، جامی اور بہار ایسے استادوں کی زبان ہے، اور اُردو کا سرمایہ نہ صرف عظیم ہے بلکہ بعض پہلوؤں سے دوسری زبانوں سے ممتاز بھی ہے۔ ان زبانوں میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ "ادب برائے زندگی" سے یہ سب معمور ہیں۔ اخلاق اور حسنِ معاشرت کے آداب سے یہ زبانیں مملو نظر آتی ہیں۔ اسلامی ممالک پر استعماری گروہوں کا مدت ہائے مدید تک غلبہ رہا۔ اس دوران مسلمان شعرا اور ادبا نے اپنے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں کو بیدار کرنے کے لیے بڑا کام کیا ہے۔ مسلمانوں کا قومی ادب کا سرمایۂ افتخار ہو سکتا ہے۔ عربی شعرا جیسے ولید ابو الفضل ابو ماضی، عبدالمحسن کاظمی، ابو شفیق، عبدالغنی عراقی، عزالدین تنوخی، حسن کامل الصیرفی[1] حافظ اور شوقی[2]۔ ترک شعرا توفیق فطرت اور ضیا گوک آلپ پاشا۔ فارسی شعرا بہار، عارف اور اشرف اور اردو کے قومی شعرا جیسے حالی، اکبر، اقبال اور کئی دوسرے انیسویں اور بیسویں صدیوں میں قوم کی بیداری میں مشغول رہے ہیں۔ اس گروہ میں یہ سعادت اقبال کے حصے میں آئی کہ اس نے اسلامی ادب کے حیات افروز افکار کا احیا کیا اور اپنے بیدار ساز پیغام کو وہ اُردو میں ہے یا فارسی میں، سارے عالمِ اسلام کے لیے بالخصوص اور عالمِ انسانی کے بالعموم مخصوص رکھا۔ "شعر" کے عنوان سے ان کا ذیل کا قطعہ خود ان کے شعر کی خصوصیات کا مظہر ہے:

میں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن — یہ نکتہ ہے تاریخِ امم جس کی ہے تفصیل
وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے — یا نغمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل[3]

بہر طور یہ چند صفحات جو ادب کے اسلامی تصور کو ظاہر کرنے کے لیے لکھے گئے، اس امر کے موضح ہیں کہ اسلامی تعلیمات میں "ادب برائے زندگی" کے کافی و وافی اشارے موجود ہیں اور مسلمان شعرا و ادبا اگر ان اشاروں پر متوجہ رہیں تو وہ ہمیشہ حیات افروز ادب تخلیق کر سکتے ہیں اور قرونِ اولیٰ کے عظیم اسلامی ادب کے نمونے عصری تقاضوں کی روشنی میں دوبارہ پیش کر سکتے ہیں۔ پندرھویں صدی ہجری کا ربع اول ان امور پر غور کرنے کا متقاضی ہے۔

۱؎ سہ ماہی ترجمان۔ اپریل ۱۹۶۹ء: عربی میں قومی شاعری

۲؎ سہ ماہی بصائر، کراچی، اکتوبر ۱۹۶۳ء: جدید عربی ادب اور اس کے رجحانات

۳؎ ضربِ کلیم، کلیات اقبال اردو، صفحہ ۵۹۴-۵۹۵